Rohtas Mahila College , Sasaram

Dr. Shahla Bano
Dept of Urdu

Course:-B.A part III Hons paper 5th(2019-20)
Book:- Urdu ki ibtedai Nashw-o-Numan mein Sufya-e-karam ka Kam
Topic:-Urdu Nazm-o-Nasar ka Dakkani irtaqa

Scanned with CamScanner

شمالی ہندوستان میں اردو کا ہیجم ہو گیا ۔ مگر اس کی نشو و نما اور ارتقا کی منزلیں دکن میں طے ہوئیں ۔ دکن سے ادبی زیادہ زندگی کے آثار اس قدر عام ہو گئے کہ شمالی ہند اس سے پیچھے رہ گیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کے نکھرے ہوئے نمونے ہمیں کسی وقت سے ملنے لگے ہیں جب شمالی ہندوستان میں کوئی ادبی کارنامہ نظر نہیں آتا ۔

دکن میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہمنی دور ہی سے شروع ہو گیا تھا تاریخی شہادت کی بنیاد پر ذیل میں نظم و نثر کے ارتقا میں دکن کی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا ۔

نظم نگاری :-

اردو میں شروع سے اب تک جن اصناف کا رواج رہا ہے ان میں غزل ، قصیدہ ، مثنوی اور مرثیہ زیادہ نمایاں ہیں ۔ غزل ایک ایسی صنف ہے جس پر تمام شعراء نے طبع آزمائی کی ہے ۔ قصیدہ گو شعراء کم ہوئے ہیں ۔ مثنویاں بڑی تعداد میں لکھی گئی ہیں ۔ مراثی کی وقتاً فوقتاً کافی فنی ترقی ہوتی رہی ہے ۔ غزل قریب قریب ہر شاعر نے کہی ہے ۔ غزل اور اس میں فارسی شعراء کی تقلید ہی کی ہے ۔ دکن کی غزلوں پر تفصیلی تبصرہ نہیں ملتا ہے ۔ کیونکہ ان کی غزلوں میں کوئی خاص بات نہیں پائی جاتی ۔ سوائے اس کے کہ دکنی دور کی غزلوں پر مقامی تخیل زیادہ نمایاں ہے ۔

قصیدہ نگاری کی دکن میں بھی کمی نظر آتی ہے صرف نصرتی ایک ایسا شاعر ہے جسے ایک بلند پایہ قصیدہ گو کہا جا سکتا ہے ۔ محض ایک شاعر کی وجہ سے قصیدے پر تفصیلی بحث بیکار ہے ۔ صرف اشارہ کافی ہے کہ دکن میں قصیدے کی بنیاد پڑ چکی تھی ۔

دکن میں نظم کی صرف دو صنف قابل قدر ہیں ۔ مثنوی اور مرثیہ ۔ ان دونوں اصناف میں دکن نے اس وقت ارتقائی منزلیں طے کی تھیں جب شمالی ہند میں انہیں کم ہی لوگ جانتے تھے ۔

مثنوی :-

جس طرح شمالی ہند میں ایسا شاعر مشکل سے ملے گا جس نے غزل نہ کہی ہو ۔ اسی طرح دکن میں مشکل سے کوئی شاعر ملے گا جس نے مثنوی نہ لکھی ہو ۔ یہی سبب ہے کہ دکن کی مثنویوں میں ہم ہر قسم کی مثنویاں دیکھتے ہیں ۔ جن میں معروف مثنویاں بھی ہیں اور مذہبی مسائل لیے ہوئے ...

टिप्पणी

ज्ञान या दिमाग के सयानेपन से कोई

Scanned with CamScanner

ہیں۔ جیسے میراں جی شمس العشاق اور شاہ برہان الدین جانم کی مثنویاں۔ بیانیہ بھی مثنویاں لکھی گئی ہیں جن میں حسن و عشق کے قصے بیان ہوتے ہیں اور واردات قلب کی داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ ایسی مثنویوں کی تعداد بہت ہے۔ غواصی کی سیف الملوک اور بدیع الجمال، جنیدی کی ماہ پیکر، طبعی کی بہرام و گل اندام، فائز کی رضوان شاہ و روح افزا، عاجز کی قصہ لال و گوہر وغیرہ مشہور مثنویاں ہیں۔

یہی وہ زمانہ ہے جب مختلف زبانوں کی چیدہ اور بہترین مثنویاں اردو کے قالب میں ڈھالی گئیں۔ فارسی کی مشہور مثنوی یوسف زلیخا کو امین اور ہاشمی نے اردو کے قالب میں ڈھالا۔ اس عہد میں مثنوی کی شکل میں سوانح عمریاں بھی لکھی گئیں۔ اس حیثیت سے نصرتی کا علی نامہ اور مومن کا اسرار عشق بھی کم شہرت کا مالک نہیں ہے۔ نام کو یہ مثنویاں ہیں حقیقت میں بڑے لوگوں کی سوانح عمریاں ہیں۔ مثنوی کی خاص خوبی یہ ہے کہ اپنے عہد کے طور طریقہ اور رسم و رواج کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ دکن کی مثنویوں میں تمامی مثنویاں ایسی ہیں جو اس اعتبار سے بھی مکمل کہی جا سکتی ہیں۔ نصرتی کا علی نامہ ان میں سب سے نمایاں ہے۔ ابن نشاطی کی مشہور مثنوی "پھول بن" گو ایک عشقیہ کہانی ہے۔ مگر اس میں روایت و [illegible] دوسرے فطری محاسن کے علاوہ یہ مثنوی اپنے زمانے کی طرز معاشرت رسم و رواج اور سیاسی سماجی حالت کا آئینہ مرقع ہے۔ بعض مثنویوں سے ہم اخلاقی درس حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا وہ زیادہ شہرت [illegible] اس لئے کہ اردو جس دور سے گذر رہا تھا اس دوران اس میں کوئی مستقل شکل اختیار نہیں کر سکی لیکن پھر بھی [illegible] بہت سی [illegible] مطابق مثنویاں لکھی گئیں۔ مثنویوں کا یہ دور اردو کے لئے بھی ایک مفید [illegible] ثابت ہوا۔ [illegible]

اُن مثنویوں میں ایسے ٹکڑے بھی مل جاتے ہیں جنہیں ترتیب دے کر مستقل نظمیں بن جاتی ہیں۔ تو جیز ابن عبداللہ شرقی کی شاہ زادہ سے گزرا ہی ہے وہ اُردو کے بالکل ابتدائی دور میں تخلیق ہو چکی تھی۔ اُن ٹکڑوں میں بعض ایسے ہیں جو کسی منظر کی تصویر پیش کرتے ہیں بعض ایسے ہیں جن میں کسی مادی چیز کا تفصیلی شاعرانہ ذکر ملتا ہے۔ بعض میں کسی خاص رسم کو موضوع بنایا گیا ہے

موضوع اور مواد کے اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ دکنی کی مثنویوں میں مذہبی، فلسفیانہ، عاشقانہ، بیانیہ، رزمیہ، بزمیہ سب طرح کی مثنویاں ہیں۔ اُن میں کردار نگاری کے نمونے بھی ملتے ہیں اور بعض میں جذبات کی مطابق تصویریں بھی نظر آتی ہیں۔ کسی میں مناظرِ قدرت کا دلکش عکس نظر آتا ہے اور کسی میں انسانی نقش و نگار کے حسین نمونے پائے جاتے ہیں۔ اُن مثنویوں میں بعض کی زبان اتنی صاف ہے اور بعض بغیر کسی تبدیلی کے صاف اور دل آفریں ہیں۔ مثلاً۔

الٰہی دے مجھے رنگین بیانی ۔ عطا کر مجھ کو یاقوت جمانی —— غاصر

سخن کے موتیاں مجھ کو جوہر افکار ۔ سخن سنج کو میرا مشتری کر —

وہاں کی رات ہیرے کی کنی تھی ۔ وہاں کے کانٹے گلوں کی انی تھی ۔

مرثیہ : —— مرثیہ اردو شاعری کی وہ صنف ہے جس نے اسے دنیا کی دوسری شاعری کے ہم پلہ کیا ۔ انیس اردو کے سب سے بڑے اور بلند پایہ مرثیہ نگار گذرے ہیں ۔ انیس نے اس صنف کو جتنی ترقی دی اتنی اردو کی ساری شاعری میں نہیں ہوئی ۔ اب تک یہ خیال تھا کہ یہ صنف شمالی ہند میں شروع ہوئی مگر جدید تحقیق میں یہ ثابت ہوا ہے کہ جو چیزیں شمالی کے مرثیہ گویوں کے ابتدائی نمونوں کے ساتھ موجود ہیں وہ بھی دائم ہی دکنی میں بن چکی تھیں ۔

عزاداری کے زمانے سے اس روش میں تبدیلی ہوئی ۔ دکنی مثنویوں میں جذبات نگاری، سیرت نگاری، مکالمہ، ادبیت وغیرہ تمام چیزیں اپنی ارتقائی صورت میں پائی جاتی ہیں ۔ سیرت نگاری مرثیہ کا ایک خاص جز ہے ۔ مکالمہ سیرت نگاری کے نئے مظہر آتے ہیں ۔ مصنف اگر خود اپنے الفاظ میں سیرت نگاری بیان کرے تو اس میں کمال نہیں ہوتی ۔ دکنی مرثیوں میں مکالمہ کے ذریعہ سیرت بیان

Scanned with CamScanner

کی گئی ہے ۔

غزل :- دکن میں بہمنی دور میں زیادہ تر شعرا نے مثنوی اور قصیدہ لکھے ہیں ۔ لیکن غزلوں میں بھی دسترس پائی ۔ مشتاق محمد شاہ لشکری عہد کا ایک باکمال شاعر گزرا ہے ۔ اس کے علاوہ لطفی، شہباز، طوطی، فقیر، شوقی، نوری، مختار، خاور وغیرہ غزل گو شعرا گزرے ہیں ۔ لطفی کے اشعار تغزل کے معیار کے آئینہ دار ہیں ۔ مگر سب سے بڑے شاعر ولی دکنی ہیں ۔ سیدھا سادہ انداز، مضمون آفرینی، جدت کی خوبی ہے ۔ ولی کی غزلوں میں محبوب کا خارجی پہلو زیادہ نظر آتا ہے ۔ لیکن رنگینی اور کیف ایک خاص لطف پیدا کر دیتے ہیں ۔ دل کے نہاں سوز و گداز بھی دیکھنے کو ملتے ہیں ۔

قصیدہ :- دکن کی شاعری میں یوں تو مثنوی اور مرثیہ کی بہتات نظر آتی ہے لیکن کہیں کہیں کسی عہد میں ہمیں ایسے شاعر ضرور مل جاتے ہیں جن کی قصیدہ گوئی قابل ذکر ہو سکتی ہے ۔ اور جن کے قصائد اردو ادب میں قصیدے کی بنیاد مانے جاتے ہیں ۔ قصیدہ شعرا میں بہمنی دور کے مشتاق، مومن کا نام ابھر کر آتا ہے ۔ عادل شاہی دور میں نصرتی ایک باکمال قصیدہ گو شاعر گزرا ہے ۔ اس کے علاوہ امین، ~~اس عہد~~

اس عہد کے یادگار کہے جا سکتے ہیں ۔

اس طرح دکن والوں نے اردو نظم سے متعلق تمام صنفوں میں طبع آزمائی کی اور تمام اصناف کو مستحکم کیا ۔